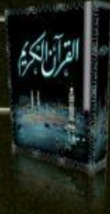
هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (٥٢)



شرعی دورہ

(اردو)

اخلاص

شیخ گل محمد حفظہ اللہ

مجاہدین اور عام مسلمانوں کے لئے بہترین تحفہ

گھروں اور مراکز میں تعلیم کیلئے ایک بہترین نصاب

افراط وتفریط سے پاک عام فہم اور مدلل



هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (النحل:٥٢)

شرعی دورہ

(اخلاص)

الشیخ گل محمد حفظہ اللہ

- مجاہدین اور تمام مسلمانوں کے لیے ایک بہترین تحفہ
- گھروں اور مراکز میں تعلیم کے لیے ایک بہترین نصاب
- افراط و تفریط سے پاک عام فہم اور مدلل

ادارہ جالب برائے نشر و اشاعت

Contact: jalibghalib777@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

عرضِ مترجم

زیرِ نظر کتاب شیخ گل محمد حفظہ اللہ کی پشتو کتاب "شرعی دورہ" کا اردو ترجمہ ہے۔ مصنف نے اس کی تصنیف ایامِ ہجرت کے دوران "خیبر ایجنسی" میں کی تھی۔ شروع سے ہی اس کتاب کو اللہ تعالی نے قبولیتِ عام بخشی اور طباعت کے بعد یہ کتاب مسلمانوں کے گھروں اور مجاھدین کے مراکز کی زینت بنی رہی۔ گھروں اور مراکز میں اس کے ذریعے تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

اب تک اس کتاب سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا تھا جو پشتو زبان سے واقف ہو اور دیگر حضرات اس کی افادیت و نفع سے محروم تھے، اس لیے ایک عرصے سے یہ ارادہ تھا کہ اس مفید کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ چناں چہ اس کے فائدے کو دیکھتے ہوئے کاتبِ سطور نے اللہ عزوجل سے مدد مانگتے ہوئے اس کے ترجمے کا عزم کیا، جس کو اللہ تعالی نے وجود بخشا اور اس کتاب کا ایک حصہ اردو زبان میں آپ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ کتاب چند موضوعات پر مبنی ہے اور ہر موضوع ایک رسالے کی شکل میں قلم بند کیا گیا ہے۔ ترجمہ بھی اسی ترتیب سے شروع کیا گیا اور کئی موضوعات کا ترجمہ مکمل ہو کر تصحیح کے مراحل میں ہے جبکہ دیگر پر کام جاری ہے۔ کوشش تو یہی تھی کہ پوری کتاب کا ترجمہ جلد سے جلد مکمل کرکے قارئین کے سامنے پیش کیا جائے لیکن مصروفیات اور حالات کے پیشِ نظر اب ارادہ یہ ہے کہ جس موضوع اور رسالے کا ترجمہ مکمل ہو جائے گا اس کو ایک رسالے کی شکل میں شائع کیا جائے گا اور پھر آخر میں پوری کتاب کو علیحدہ بھی شائع کیا جائے گا۔

جو حضرات مجاھدین کے علاقوں سے واقفیت رکھتے ہیں تو ان کو اس بات کا بخوبی ادراک ہو سکتا ہے کہ جنگی علاقوں اور دار الھجرت میں امن اور وہاں تصنیف اور علمی خدمات کی فرصت کامل جانا اللہ تعالی کی ایک نایاب نعمت ہے۔ اس نعمت پر ہم اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے اور اسی کی حمد کرتے ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو اپنے دربارِ عالی میں قبول و منظور فرما کر اس کو ہمارے اور ہمارے والدین و اساتذہ اور تمام مسلمانوں کے لیے صدقہ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنا دیں، اور اس کا نفع قیامت تک جاری و ساری فرما دیں۔

جس طرح مصنف نے پیچیدہ موضوعات کو عام فہم اور سہل انداز میں حل کرنے کی کوشش کی ہے اسی طرح ترجمے میں بھی اس کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے اور ترجمے کو حتی الوسع سلیس اور عام فہم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب ہر خاص و عام کے لیے یکساں مفید ہے۔ اس لیے ہر شخص کو اس کے چھاپنے اور نشر کرنے کی عام اجازت ہے۔ اگر کوئی شخص انگریزی یا کسی اور زبان میں ترجمہ کرے تو یہ ایک بڑا صدقہ جاریہ اور صلیب اور اس کے غلاموں کے خلاف جہاد میں ایک بڑا حصہ ہو گا۔

عفان صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ اما بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے لیے بہت سی حمد اور شکر ہے کہ جہاد اور مجاہدین کا موضوع بہت عروج اور ترقی پر ہے۔ مجاہدین بہت زیادہ ہیں اور جہاد کا بازار بہت گرم ہے۔ جہاد کے نام سے مختلف شکلوں میں مختلف قربانیاں دی جارہی ہیں، یہاں تک کہ شہادتیں، زخم، جیلیں اور ریمانڈ، گھربار کی خرابی، کاروبار کی بربادی اور ہجرتیں مجاہدین کی عادت بن چکی ہے۔

جہاد کے ساتھ ساتھ دعوتی شعبہ جاری رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے مجاہدین میں شرعی دورے کے نام سے دورے کروائے جاتے ہیں۔ ہم نے بھی مجاہدین کو مختلف جگہوں پر شرعی دورے کروائے جو کہ ریکارڈ بھی کیے گئے۔ بعضے مجاہدین نے ان دوروں کے قلم بند کرنے کی خواہش ظاہر کی جس کی بناء پر ہم نے اس کی تدوین کا کام شروع کیا اور اکثر موضوعات ہم نے قلم بند کر لیے۔

اس کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ علماء کرام اس سے استفادہ کرتے ہوئے دورے کروائیں اور مجاہدین کے مرکزوں میں اس سے دینی تعلیم کی جاسکے۔

،اور اللہ عزوجل اس کو ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنادیں اور مجاہدین بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

و صلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد وآلہ اجمعین

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اما بعد ، فاعوذ با اللہ من الشیطان الرجیم وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین وقال تعالیٰ اَلَا للّٰہ الدین الخالص وقال النبی ﷺ انما الاعمال باالنیات

ہمارے شرعی دورے کا پہلا موضوع اخلاص ہے۔ یہ سب سے اہم اور ضروری موضوع ہے، کیوں کہ تمام اعمال کا دارومدار اخلاص اور صحیح نیت پر ہے۔

اگر کسی عمل میں اخلاص ہوگا تو وہ اللہ عزوجل کو مقبول ہوگا اور اگر اخلاص نہ ہوگا تو اللہ تعالی کو مقبول نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم اخلاص کے بارے میں کچھ ابحاث یہاں پر کریں گے، جیسا کہ اخلاص سے متعلق آیات، احادیث، واقعات اور بعضے مسائل۔

اخلاص

اخلاص کا معنیٰ

حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان تستوی افعال العبد فی الظاھر والباطن

یعنی اخلاص اسے کہتے ہیں کہ ظاہر و باطن میں بندے کے افعال ایک جیسے ہو جائیں۔

یہ نہ ہو کہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو نیک اور بزرگ ظاہر کرے اور جب کوئی نہ ہو تو برے اعمال کرے۔

ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخلاص اسے کہتے ہیں:

التوقی عن ملاحظۃ الخلق (الاذکار للنووی ص:۵)

یعنی عمل میں مخلوق کا کوئی لحاظ نہ کرنا۔

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الاخلاص تمیز العمل من العیوب کتمیز اللبن من الفرث والدم (نثر المرجان ص:۴۰۱)

یعنی اپنا عمل عیوب سے ایسا پاک کرنا جیسا کہ دودھ گوبر اور خون سے پاک ہے۔

دودھ گوبر اور خون کے درمیان ہوتا ہے، لیکن گوبر اور خون کا مزہ یا ان کا رنگ اس میں نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح اپنے عمل کو تمام عیوب سے پاک رکھنے کو اخلاص کہتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخلاص اسے کہتے ہیں کہ صرف اللہ تعالی کی ذات مقصود ہو۔ (توشہ آخرت)

اخلاص کے بارے میں آیات:

۱۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینۃ:۵)

اور ان کو حکم نہیں کیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ تعالی کی بندگی کرو، خالص کرنے والے ہو بندگی صرف اس ہی کے لیے، مضبوط ہوں توحید پر۔

۲۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر:۳،۲)

یقینا ہم نے آپ کے پاس کتاب بھیجی ہے حق کے ساتھ تو عبادت کرو اللہ کی اس حال میں کہ خالص کرنے والے ہو اس کے لیے عبادت۔

۳۔ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝ (الزمر:۱۱ تا ۱۴)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس حال میں کہ خالص کرنے والا ہوں اس کے لیے عبادت اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں پہلے نمبر کا مسلمان ہو جاؤں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں ڈرتا ہوں ایک بڑے دن کے عذاب سے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں خالص کرنے والا ہوں اس کے لیے عبادت۔

۴۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:۳۷)

ہرگز نہیں پہنچتا اللہ تعالی کو اس کا گوشت اور نہ ہی خون لیکن پہنچتا ہے اس کو تقویٰ تمھارا۔

۵۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الکہف:۷)

یقینا ہم نے پیدا کیا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی زینت کے طور پر تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ کون ان میں سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔

فائدہ: اچھے اور مقبول عمل کے لیے دو شرطے ہیں:

1. خالص اللہ عزوجل کے لیے ہو۔
2. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو۔

۶۔ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:۲)

۷۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبۃ:۱۹)

۸۔ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ (محمد:۲۱)

۹۔ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا

یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا (الدھر:۸ تا ۱۰)

ریاء کے بارے میں آیات

اخلاص کے مقابلے میں ریاء آتا ہے۔اخلاص یہ ہے کہ ہر عمل اللہ تعالی کی رضا کے لیے ہو اور ریاء کا معنی یہ ہے کہ عبادت اس لیے کرنا کہ لوگ دیکھیں اور تعریفیں کریں۔قرآن اور حدیث میں ریاء کاری کی بہت برائی بیان کی گئی ہے، جس میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (الزمر:۴۷)

بعض سلف جب یہ آیت پڑھتے تو کہتے کہ ہلاکت ہو ریاء کاروں کے لیے۔ (الکبائر للذہبی ص:۱۶۳)

۲۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف:۱۱۰)

وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا کا معنی یہ ہے کہ ریاء کاری نہ کریں۔ (القرطبی ج:۱۱ص:۷۰)

۳۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ (الھود:۱۵،۱۶)

۴۔ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ (الماعون:۶)

ریاءکاری کے بارے میں احادیث

۱۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کے بارے میں نہ بتاؤں کہ جو دجال سے بھی زیادہ بہت خوف والی ہے ؟صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کہا کیوں نہ (یعنی ہمیں ضرور بتائیں)۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ چیز شرک خَفی (پوشیدہ اور خفیہ شرک) ہے،اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہو اور نماز پڑھے اور بڑی اچھی نماز پڑھے اس وجہ سے کہ اسے معلوم ہو کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے۔ (رواہ احمد)

اس حدیث میں ریاءکاری کو شرکِ خفی یعنی پوشیدہ اور خفیہ شرک کہا گیا ہے۔کیوں کہ ریاءکار ظاہر تو یہ کرتا ہے کہ میرا عمل اللہ تعالی کے لیے ہے، حالاں کہ اس کا ارادہ غیر اللہ کا ہوتا ہے کہ وہ ایک انسان کو اللہ تعالی کے ساتھ شریک کرتا ہے اور اس کے لیے اپنی نماز کو اچھا کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے بارے میں شرک سے ڈرتے تھے۔لہذا اس میں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ تمام اولیاء کرام رحمہ اللہ کے سردار ہیں،تو جب رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں ڈرتے تھے،جو کہ قوی ایمان اور قوی علم والے تھے،تو ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو تو بطریقہ اولی ڈرنے کی ضرورت ہے۔ (کما فی الفتح ص:۳۷۲)

۲۔شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم ریاکاری کو شرکِ اصغر یعنی چھوٹا شرک سمجھتے تھے۔

۳۔ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے اس شخص کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا جو کہ شہید کیا گیا ہو گا۔اس شخص کو اللہ عزو جل کی عدالت میں پیش کیا جائے گا، پھر اللہ تعالی اس کو اپنی تمام نعمتیں یاد دلائیں گے، یہ شخص ان تمام نعمتوں کا اقرار کرے گا۔پھر اللہ تعالی اس سے پوچھیں گے کہ تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا؟تو وہ شخص جواب دے گا کہ میں نے آپ کی رضا کی خاطر جنگ کی یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا۔اللہ تعالی اس سے کہیں گے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو(کہ تم نے میری رضا کی خاطر جھاد کیا) بلکہ تم نے تو جنگ اس لیے کی تھی کہ لوگ تمہیں بہادر کہیں اور تمہیں تو (دنیا میں) بہادر کہہ دیا گیا۔پھر اس کے بارے میں فیصلہ سنا دیا جائے گا۔اسے منہ کے بَل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

تیسرا وہ شخص اللہ تعالی کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا کہ جس کو اللہ تعالی نے مالی فراوانی اور ہر طرح کا مال عطا کیا تھا۔اس کو اللہ تعالی کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔اللہ تعالی اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے جس کا یہ شخص اقرار کرے گا۔پھر اللہ تعالی اس سے پوچھیں گے کہ تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا؟وہ کہے گا کہ اے اللہ جن کاموں میں مال لگانا آپ کو پسند تھا،ان سب کاموں میں میں نے آپ کی رضا کے لیے مال لگایا۔اللہ تعالی اس سے کہیں گے کہ تم نے جھوٹ کہا،تم نے مال اس لیے لگایا تھا کہ لوگ تمہیں سخی کہیں۔تو تمہیں دنیا میں سخی کہہ دیا گیا۔پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم، نسائی، حاکم)

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے اِن تین لوگوں کو آگ میں چلایا جائے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے تین دفعہ بے ہوش ہوگئے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ حدیث پہنچی تو وہ بہت زیادہ روئے اور کہنے لگے کہ جب ان تین لوگوں کا یہ حال ہے تو دیگر لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ (تفصیل: مشارع الاشواق ج:۲ ص:۶۱۰)

۴۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یا ایها الناس اتقوا هذا الشرك فانه اخفى من دبيب النمل۔ (الترغیب والترهیب ج۱ ص۷۶)

اے لوگو! شرک سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیوں کہ یہ چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ مخفی ہوتا ہے۔

۵۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون بھی آتا ہے کہ ایک آدمی ریاء کاری اور مال بڑھانے کی نیت سے جہاد کرتا ہے۔ قیامت کے دن یہ ریاء کار اور مال بڑھانے والا ہی اٹھے گا۔ (رواہ ابوداؤد والبیہقی والحاکم وقال صحیح الاسناد)

۶۔ ایک اور حدیث میں یہ مضمون ہے کہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے اور دنیا کا سامان (اس کے ذریعے) تلاش کرتا ہے، تو اس کو ثواب نہیں ملے گا۔ (ابوداؤد، ابن حبان، حاکم وقال صحیح الاسناد)

۷۔ ایک اور حدیث میں یہ مضمون ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ ایک شخص غزا کرے اور اس کی نیت ثواب اور شہرت ہو؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ثواب نہیں ملے گا۔ اس شخص نے تین دفعہ یہی سوال کیا اور نبی ﷺ نے اسے تینوں دفعہ یہی جواب دیا۔ (تفصیل مشارق الاشواق میں)

ریاکاری کے بارے میں واقعات

پہلا واقعہ:

تفسیر قرطبیؒ ج:۱۱ص:۷۱ میں کہتے ہیں کہ کبھی کبھی ریاکاری انسان کو لوگوں کے لیے مسخروں کا ذریعہ بنا دیتی ہے۔ جیسا کہ ایک واقعے میں آتا ہے کہ طاہر بن حسین نے ابو عبداللہ المروزی سے کہا کہ تمہیں عراق آئے ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے عراق آئے ہوئے بیس سال ہوگئے ہیں اور تیس سال ہوگئے کہ میں روزے سے ہوں۔ طاہر بن حسین نے اس سے کہا کہ میں نے تو آپ سے ایک بات پوچھی تھی مگر آپ نے مجھے دو باتوں کا جواب دیا۔

دوسرا واقعہ:

اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک چرواہا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے بہت لمبی نماز پڑھی۔ اس کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے اس چرواہے سے کہا کہ تم نے تو بڑی ہی اچھی نماز پڑھی۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کے ساتھ ساتھ روزے سے بھی ہوں۔

ان دونوں واقعات میں ان دونوں نے ریاء کاری کی اور اپنا روزہ ظاہر کر دیا۔

تیسرا واقعہ:

اشعث بن قیس نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے مختصر سی نماز پڑھی۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ نے تو مختصر سی نماز پڑھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے مختصر نماز اس لیے پڑھی ہے کیوں کہ اس میں ریاء کاری نہیں تھی۔ یعنی انہوں نے الٹا کام کیا کہ اعتراض سے اس طرح اپنی جان چھڑائی کہ کہا کہ مجھ میں ریاء کاری نہیں ہے۔ (قرطبیؒ)

چوتھا واقعہ:

شیخ سعدی نے گلستان میں لکھا ہے کہ ایک شخص بزرگ بنا ہوا تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ کے پاس گیا اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے گیا۔ وہاں لمبی لمبی نمازیں پڑھتا اور بہت کم کھاتا۔ جب گھر واپس آیا تو بیوی سے روٹی مانگی۔ اس کے بچوں نے کہا کہ ابا جان نماز بھی دوبارہ پڑھ لو کیوں کہ بادشاہ کے سامنے آپ کھانا کم کھاتے اور نمازیں لمبی پڑھتے، آپ کے یہ کام اللہ کے لیے نہیں تھے۔ جس طرح آپ کھانا دوبارہ کھا رہے ہیں اسی طرح نماز بھی دوبارہ پڑھ لیں۔

پانچواں واقعہ:

ایک مرید نے اپنے پیر صاحب سے کہا کہ حضرت میں نے خواب میں دیکھا کہ میری انگلیوں سے پاخانہ نکل رہا ہے اور آپ کی انگلیوں سے شہد۔ پیر صاحب نے جیسے ہی خواب سنا تو فوراً کہنے لگے کہ ہاں! اب ہم اس قابل ہوگئے ہیں کہ ہماری انگلیوں سے شہد نکلے۔ مرید نے کہا کہ پیر

صاحب تھوڑا صبر کریں میرا خواب ابھی پورا نہیں ہوا بلکہ کچھ باقی ہے اور وہ یہ کہ میں آپ کی انگلیاں چوس رہا ہوں اور آپ میری۔ یہ سن کر پیر صاحب کا رنگ اڑ گیا۔

یہ ایک ایسے دنیادار پیر کا واقعہ ہے جس میں اخلاص نہیں تھا اور لوگوں کی اصلاح کی فکر اس میں نہیں تھی۔

اخلاص کے بارے میں احادیث:

۱۔ عَنْ عُمربن الخطاب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اِنما الاعمال بالنیات وانما لامرءٍ ما نوی فمن کانت هجرته الی الله و رسوله فهجرته الی الله ورسوله و من کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ما هاجر الیه (متفق علیه)

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ (مثلا) جس نے ہجرت کی ہوگی اللہ اور اس کے رسول کے لیے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لیے ہے (یعنی اس کی ہجرت مقبول ہے) اور جس کی ہجرت دنیا کے حصول کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت دنیا یا عورت کے لیے شمار کی جائے گی۔

اس کے پہلے جملے کا مقصد یہ ہے کہ ثواب موقوف ہے نیت پر۔ جس کی نیت صحیح ہوگی تو اس کو ثواب ملے گا اور اگر نیت صحیح نہ ہوگی تو ثواب نہیں ملے گا۔

دوسرے جملے "وانما لامرء ما نوی" کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ثواب کی مقدار موقوف ہے نیت پر۔ جتنا کسی شخص میں اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔ اسی طرح ایک عمل میں اگر نیتیں زیادہ کرلی جائیں تو ثواب بھی اسی کے مطابق زیادہ ہوگا۔ جس طرح ایک آدمی مسجد کی طرف چل پڑے اور نیت کرے کہ وہاں جماعت سے نماز پڑھوں گا، جماعت کا انتظار کروں گا، تلاوت کروں گا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں گا، مسلمانوں سے ملاقات کروں گا، تو اس کو پانچ، چھ قسم کا ثواب ملے گا۔

۲۔ نبی ﷺ جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیج رہے تھے تو آپ نے ان کو وصیت کی کہ دین میں اخلاص کا خیال رکھنا، کیوں کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی پورا ہوتا ہے۔ (الترغیب والترھیب للحافظ المنذری ج:۱ص:۵۴)

۳۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ ہیں کہ تم جب سفر کرتے ہو یا کسی میدان سے گزرتے ہو، تو وہ تمھارے ساتھ ثواب میں شریک ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ لوگ مدینہ میں ہیں اور پھر بھی ہمارے ساتھ ثواب میں شریک ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مدینہ میں ہیں مگر عذر کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں۔ (رواہ البخاری فی المغازی وابوداؤد و ابن ماجه فی الجهاد)

اس سے معلوم ہوا کہ معذورین ثواب میں مجاھدین کے ساتھ شریک ہوتے ہیں مگر اس وقت کہ جب ان کی نیت مجاھدین کے ساتھ ہو۔

اخلاص کے بارے میں علماء کے اقوال:

۱۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ریاء کار کی چار علامات ہیں کہ جب اکیلا ہوتا ہے تو عبادت میں سستی کرتا ہے اور جب لوگوں کے سامنے ہوتا ہے تو عبادت ذوق و شوق سے کرتا ہے۔جب تعریف کی جائے تو کام بہت کرتا ہے اور جب اس کی برائی بیان کی جائے تو عبادت میں کمی کرتا ہے۔(جیسا کہ آج کل ہمارا حال ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

۲۔ محمد بن مبارک صوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رات میں نیکوں کی شکل بناؤ، کیوں کہ یہ دن میں نیکوں کی شکل بنانے سے بہت بہتر ہے۔دن میں نیکوں کی شکل بنانا مخلوق کے لیے ہوتا ہے اور رات میں نیکوں کی شکل بنانا خالق کے لیے ہوتا ہے۔(الکبائر للذھبی ص:۱۶۴)

۳۔امام حارث محاسبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صادق اور مخلص وہ ہے کہ اگر لوگوں کے دلوں سے اس کی قدر اور احترام ختم ہو جائے تو یہ اس کی کوئی پرواہ نہ کرے ، اور یہ اس بات کو پسند نہ کرتا ہو کہ لوگوں کو اس کی ذرہ برابر نیکی کا پتہ چلے، اور اس کو یہ بات بری نہ لگے کہ لوگوں کو اس کے گناہ کا پتہ چلے۔(الاذکار للنووی)

واللہ المستعان ، آج کل لوگ یہ کوشش کرتے ہیں کہ میری قدر اور احترام ختم نہ ہو اور میرے اچھے کام ظاہر ہوں اور برے کام چھپے رہیں۔

۴۔ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد تشریف لائے۔مسجد میں ایک شخص سجدے میں رو رہا تھا اور دعائیں کر رہا تھا۔ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تم بہت اچھے شخص ہو لیکن اگر تمھارا یہ عمل گھر میں ہوتا۔(الکبائر ص:۱۶۴)

۵۔ العلم بلا عمل هبآء والعمل بلا اخلاص عنآء

یعنی علم بغیر عمل کے گرد و غبار ہے اور عمل بغیر اخلاص کے صرف تکلیف ہے۔(نثر المرجان ص:۴۰۲)

شاہ پور شیخ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ بعضے لوگ تسبیح بھی چھپا چھپا کر کرتے ہیں۔اس میں بھی ریاء ہے کیوں کہ لوگوں کو یہ دکھاتے ہیں کہ دیکھو ہم عبادت کتنی چھپا کر کرتے ہیں۔

۶۔من وجد الله فما ذا فقد و من فقد الله فما ذا وجد

یعنی اخلاص میں اللہ تعالی ملتے ہیں اور جس کو اللہ عزوجل مل گئے تو اس سے کوئی چیز نہیں رہی، اور جس کو اللہ تعالی نہیں ملے تو اسے کچھ بھی نہیں ملا۔

۷۔ فضل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضرب السياط اهون علينا من النية الصالحة

یعنی کوڑے کھانا ہم پر بہت آسان ہے صحیح نیت سے۔یعنی صحیح نیت کرنا بہت مشکل ہے۔

الله المستعان۔ ہمارا تو اخلاص بھی خود اخلاص کا محتاج ہے۔

۹۔ دلوں کے ڈاکٹر فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب سچے لوگوں سے ان کے سچ کے بارے میں پوچھا جائے گا، جیسا کہ اسماعیل اور عیسی علیہما السلام سے (جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: لیسئل الصادقین عن صدقهم) تو ہم جیسے جھوٹوں کا کیا حال ہوگا؟

۱۰۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

انما يحفظ الرجل على قدر نيته

یعنی انسان کی حفاظت اس کی نیت کے بقدر ہوتی ہے، جتنا انسان کا اخلاص اور نیت بہتر ہوگی اتنی ہی اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہوگی۔(صلاح الامة في علو الهمة ج:۱ص:۱۰۵)

۱۱۔ سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مبارک ہے وہ شخص جس کا ایک قدم بھی اللہ تعالی کی رضا کے لیے اٹھ جائے۔

۱۲۔ معروف کرخی رحمہ اللہ اپنے نفس کو کہتے تھے کہ اے نفس اخلاص پیدا کر تاکہ نجات پا جائے۔

اخلاص کے بارے میں سَلَف صالحین اور علماء کے واقعات

اب ہم سَلَف کے کچھ واقعات بیان کریں گے، کیوں کہ ان واقعات میں نجات اور فقاہت ہے اور یہ واقعات اللہ تعالی کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، اللہ تعالی ان کے ذریعے اپنے دوستوں کے دل مضبوط کرتے ہیں اور پھر ان واقعات سے انسان کی ہمت اور ارادے بلند ہوتے ہیں اور اس سے صحیح اخلاق سیکھے جاتے ہیں اور انسان میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کے قصے بیان کرنا، ان کی اچھی صفات ذکر کرنا مجھے بہت سی فقاہت سے زیادہ پسند ہے۔ کیوں کہ اس میں ان کے آداب اور اخلاق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (یوسف:۱۱۱)

یقیناً ان کے بیان میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔

اللہ تعالی اپنے پیغمبر سے فرماتے ہیں:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالی نے ہدایت دی ہے، لہٰذا ان کی ہدایت پر روانہ ہو جاؤ۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الحکایات جندٌ من جنود الله عزّ و جلّ یُقوّی بها ایمان المریدین

یعنی یہ واقعات اللہ کے لشکروں میں سے لشکر ہیں۔ اس کے ذریعے اللہ تعالی مریدوں، شاگردوں اور حق کے طلبوں کا ایمان مضبوط کرتے ہیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ اس کی کوئی دلیل ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ قول ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (الهود:۱۲۰)

اور ہر ایک ہم آپ کو بیان کرتے ہیں انبیاء کی باتوں میں سے وہ جن کے ذریعے ہم مضبوط کرتے ہیں دل آپ کا۔

اگرچہ یہ واقعات انسان کو اس وقت میں بہت عجیب لگتے ہیں اور پچھلے علماء کے واقعات انسان دیکھے تو اسے اپنا آپ بہت بے کار اور گناہ گار لگتا ہے۔

تجارت میں اخلاص:

۱۔امام بخاری رحمہ اللہ کے ایک واقعے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ان کے پاس سامانِ تجارت آیا۔ تُجار ان کے پاس جمع ہوگئے اور پانچ ہزار نفع دینے کی پیشکش کی۔امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ آج واپس چلے جاؤ۔اگلے دن ان کے پاس دیگر تُجار آ گئے اور انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو دس ہزار نفع کی پیشکش کی۔امام صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ میں نے رات کو ہی یہ نیت کر لی تھی کہ ان کل والے لوگوں کو یہ سامان بیچوں گا۔اس لیے اب میں اپنی نیت نہیں بدل سکتا۔

چناں چہ امام بخاری رحمہ اللہ نے دس ہزار کا نفع چھوڑ دیا اور پانچ ہزار کا نفع قبول کر لیا اور انتہائی احتیاط اور تقوے کی وجہ سے اپنی نیت نہیں بدلی۔(ایقاظ اولی الھمم العالیۃ ص:۱۴۱)

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے کوئی وعدہ بھی نہیں کیا تھا اور ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا، جبکہ آج کل معمولی نفعے کی خاطر وعدہ بھی توڑ دیا جاتا ہے۔

علم میں اخلاص:

۲۔ابن محیریز[1] رحمہ اللہ ایک دکان میں گئے اور ایک کپڑا خریدا۔ایک شخص نے دکاندار سے کہا:

هذا ابن محيريز فاحسب بيعه (یعنی یہ ابن محیریز ہیں، ان کو مناسب پیسے لگانا۔)

ابن محیریز رحمہ اللہ اس بات پر غصہ ہوگئے اور فرمایا:

انما نشتري باموالنا لسنا نشتري بديننا (یعنی ہم مال کے ذریعے خریدتے ہیں نہ کہ اپنے دین کے ذریعے۔)

اور پھر اس دکان سے نکل آئے اور اس سے سودا بھی نہ لیا۔

جیسا کہ آج کل کوئی آدمی کسی دکان میں جائے اور کہے کہ یہ عالم ہے، یا مجاھد یا تبلیغی ہے۔ لہٰذا اپنے علم یا جھاد یا تبلیغ کو وسیلہ نہیں بنانا چاہیے، کیوں کہ اس سے نیت خراب ہوتی ہے اور علم یا جھاد یا تبلیغ کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ دکاندار آپ کا کچھ روپے کا لحاظ کرے گا لیکن آپ اس کی وجہ سے ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

محمد بن یوسف الاصبھانی، جنہیں عروس الزھاد کہا جاتا ہے، یہ ایک ہی نانبائی سے روٹی نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے پہچان لے اور میرا لحاظ شروع کر دے اور میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جو اپنے دین کے ذریعے دنیا کماتے ہیں۔

قرآن سکھانے میں اخلاص:

[1] یہ وہ ابن محیریز ہیں جن کے بارے میں رجاء ابن حیوۃ کہتے ہیں کہ ابن محیریز کی بقاء زمین والوں کے لیے امن ہے۔

۳۔ حمزہ بن حبیب رحمہ اللہ جو کہ تبع تابعی ہیں۔ انہیں امام القراء بھی کہا جاتا ہے۔ ایک دن بہت گرمی تھی تو ایک شاگرد ان کے لیے پانی لایا۔ انہوں نے وہ پانی نہ پیا اور فرمایا:

انا لاآخذ اجراً علی القرآن ارجو بذالك الفردوس

یعنی شاگرد سے فرمایا کہ تمہیں میں نے قرآن سکھایا ہے لیکن میں تم سے اس کا کوئی بدلہ نہیں لینا چاہتا بلکہ میں اس کے بدلے جنت لینا چاہتا ہوں۔ (حاشیة شرح نخبة الفکر ص:۵۱)

فائدہ: حمزہ بن حبیب رحمہ اللہ نے انتہائی احتیاط اور تقوے کی وجہ سے شاگرد کے ہاتھ سے پانی بھی نہ پیا کہ کہیں میری نیت میں فرق نہ آجائے، لیکن آج کل شاگردوں سے کتنی خدمتیں لی جاتی ہیں۔

نہی عن المنکر میں اخلاص اور صحیح نیت:

۴۔ ابوالحسین النوری رحمہ اللہ ایک دفعہ کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کشتی میں شراب رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ ماھذا ولمن ھذا (یہ کیا ہے اور کس کا ہے؟) کشتی والے نے جواب دیا کہ یہ شراب ہے اور معتضد بادشاہ کی ہے۔ ابوالحسین النوری رحمہ اللہ نے ان سب شراب کے مٹکوں کو توڑ دیا لیکن ایک مٹکے کو چھوڑ دیا۔ کشتی والے نے چیخنا شروع کر دیا تو پولیس آگئی اور ان کو گرفتار کرلیا اور معتضد بادشاہ کے سامنے ان کو کھڑا کر دیا۔

بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ میں محتسب ہوں۔

بادشاہ نے پوچھا کہ تمہیں کس نے محتسب مقرر کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ مجھے محتسب اس ذات نے بنایا ہے کہ جس نے آپ کو خلافت دی اور بادشاہ بنایا۔

بادشاہ نے اپنا سر جھکالیا اور کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور کہا کہ یہ کام کیوں کیا؟

انہوں نے جواب دیا کہ مجھے آپ پر شفقت آتی ہے کہ کہیں ہلاک نہ ہو جائیں۔

بادشاہ نے پھر سر جھکالیا اور کچھ دیر بعد سر اوپر اٹھایا اور پوچھا کہ یہ ایک مٹکا کیوں چھوڑ دیا؟

انہوں نے جواب دیا کہ یہ مٹکے میں اللہ کی رضا کے لیے توڑ رہا تھا تو مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جب میں اس آخری مٹکے پر پہنچا تو میرے دل میں بڑائی پیدا ہو گئی کہ میں نے اتنے بڑے بادشاہ کے مٹکے توڑ دیے۔ میری نیت اور اخلاص میں فرق پیدا ہو گیا اس لیے میں نے یہ ایک مٹکا چھوڑ دیا۔

بادشاہ نے کہا کہ جائیں آپ آزاد ہیں، جتنے منکرات اور خلافِ شریعت کام ہیں آپ ان کو بند کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب میں یہ نہیں کر سکتا کیوں کہ اب میری نیت میں فرق آگیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ میری ضرورت یہ ہے کہ تمھارے پاس سے صحیح سالم نکلوں۔

پھر یہ عالم بصرہ میں چھپ چھپ کر رہتے کہ کہیں کوئی مجھے بادشاہ کے سامنے سفارش کے لیے لے کر نہ چلا جائے۔ پھر جب معتضد بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو وہ بغداد واپس آ گئے۔ (ایقاظ اولی الھمم العالیۃ ص:۲۸۱)

اس واقعے میں سوچ و فکر کی ضرورت ہے کیوں کہ اس میں بہت سی عبرتیں ہیں۔

دینداری میں اخلاص اور صحیح نیت:

۵۔ سرّی سقطی رحمہ اللہ اس بات کا بہت اہتمام کرتے تھے کہ دین کے کسی کام میں دنیا کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ اسی وجہ سے اپنے معتقدین سے کوئی ہدیہ نہیں قبول کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کو زکام کی شکایت تھی۔ ان کے معتقدین اور متعلقین میں سے کسی نے اپنے بیٹے کے ہاتھ زکام کی دوائی بھیجی۔ سرّی سقطی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے تو اس بچے نے کہا کہ میرے والد نے اس کی کوئی قیمت نہیں بتائی۔ انہوں نے کہا کہ اپنے والد کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ پچاس سال سے ہم لوگوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اب ہم خود کیسے دین کو دنیا کا ذریعہ بنائیں؟ (حلیۃ ج:۱۰ ص:۱۱۷ بحوالہ جہانِ دیدہ ص:۲۸)

نماز میں اخلاص:

۶۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے سفروں کے ساتھی محمد بن اعین کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ روم کے غزا میں تھے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ لیٹ گئے اور مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ وہ سو گئے۔ میں نے بھی سر کے نیچے نیزہ رکھا اور کمر سیدھی کر لی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ میں سو گیا، چناں چہ وہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے مجھے اٹھایا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تو سویا نہیں تھا تو وہ اس بات پر اداس ہو گئے کہ میں نے ان کا عمل دیکھ لیا۔

وہ اس کی بہت زیادہ کوشش کرتے تھے کہ اپنا عمل خفیہ رکھیں تاکہ اس میں ریاء کاری نہ آجائے۔ آج کل رات کی نمازیں نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو اس میں ریاء کاری کے احتمالات بہت ہوتے ہیں۔ بعضے لوگ رات کو نماز پڑھتے ہیں تو صبح لوگوں کو اس کی کہانیاں سناتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ رات کو فلانی جگہ بہت فائر ہو رہے تھے، یا کتے بہت بھونک رہے تھے وغیرہ۔

صدقے میں اخلاص:

۷۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالی اپنے سائے میں جگہ دیں گے، اُس دن کہ جس دن اللہ تعالی کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔

ان میں سے ایک شخص وہ ہے کہ جو اس طرح صدقہ دے کہ اس کے الٹے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ اس کے سیدھے ہاتھ نے کیا صدقہ کیا۔

زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ رات میں روٹیوں کی گٹھڑی اپنی پیٹھ پر رکھ کر گھماتے اور اس میں سے صدقہ کرتے۔جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں کو پتہ چلا کہ مدینہ طیبہ کے گھروں کا خرچہ یہ دیتے تھے۔اور جب وہ وفات ہوئے تو ان کی کمر پر روٹی کی گٹھڑیوں کو لادنے کی وجہ سے نشان پڑے ہوئے تھے۔

۸۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ طرطوس بہت آتے اور رِقّہ میں قیام کرتے۔ ایک جوان ان کے پاس آتا، ان کی خدمت کرتا اور ان سے حدیث بھی سنتا تھا۔ایک دفعہ ابن مبارک رحمہ اللہ آئے تو اس جوان کو نہ پایا، پھر فوراً ہی غَزا کے لیے چلے گئے، جب واپس آئے تو اس جوان کے بارے میں دریافت کیا۔ کسی نے جواب دیا کہ اس پر تو دس ہزار درھم قرض ہے۔اس قرض کے بدلے قید ہے۔ابن مبارک رحمہ اللہ نے قرض والے کو دس ہزار درھم دیے اور اس کو قسم دے کر کہا کہ کسی کو نہ بتائے گا۔

پھر ایک دفعہ وہ جوان ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم کافی عرصے سے نظر نہیں آرہے تھے کہاں چلے گئے تھے؟ اس جوان نے جواب دیا کہ مجھ پر کچھ قرض تھا اس کے بدلے قید تھا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے میرا قرض ادا کر دیا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ شخص کون تھا۔انہوں نے کہا کہ بس اللہ کا شکر ادا کرو۔

اس جوان کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا قرض کس نے ادا کیا۔ پھر جب عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا تو اُس کو اِس بات کا پتہ چلا۔

روزے میں اخلاص:

۹۔ صاحبِ "ھدایہ" نے جب "ھِدایہ" لکھی تو اُس دوران تیرہ سال خفیہ روزے رکھے۔

۱۰۔ عمرو بن قیس رحمہ اللہ نے بیس سال روزے رکھے مگر ان کی بیوی کو بھی اس کا علم نہ تھا۔دوپہر کو روٹی لے کر دکان چلے جاتے اور وہاں اس کو صدقہ کر دیتے۔خود روزے سے ہوتے مگر ان کی بیوی کو بھی پتہ نہ چلتا۔

۱۱۔ داؤد بن ابی ھند نے چالیس سال روزے رکھے مگر کسی کو بھی اس کا علم نہ ہوا۔یہ کپڑے کے کاروباری تھے۔ صبح اپنے ساتھ خوراک دکان لے جاتے اور اس کو راستے میں خیرات کر دیتے۔ شام کو جب گھر آتے تو روزہ کھولتے۔ بازار والوں کا یہ گمان ہوتا کہ انہوں نے گھر میں کھانہ کھالیا ہے اور گھر والوں کا یہ خیال ہوتا کہ انہوں نے بازار میں کھانہ کھالیا ہے۔

ذکر و تلاوتِ قرآن پاک میں اخلاص:

۱۲۔ ابراھیم نخعی رحمہ اللہ تلاوت کرتے، جب کوئی آتا تو قرآن پاک کو چھپا لیتے۔

۱۳۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد ابو بکر مروزی کہتے ہیں کہ میں چار مہینے ان کے ساتھ رہا۔ وہ رات کو نماز اور دن میں تلاوت نہیں چھوڑتے تھے۔ لیکن مجھے ان کے ایک ختم کا بھی علم نہ ہوا۔ وہ قرآن پاک کا ختم خفیہ رکھتے تھے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے کہ میں ایک چیز چاہتا ہوں جو مجھے نہیں ملتی اور وہ یہ کہ میں ایک ایسی جگہ چاہتا ہوں جہاں کوئی بھی نہ ہو، یعنی خلوت۔ کبھی کبھی صحراء میں نکل جاتے اور یہ شعر پڑھتے :

واخـــرج مـن بيـــن البيـــوت لـعـلّني　　　احـــدّث عـنك الـقـلـب بالسـرخـالـيا

ایک دفعہ خراسان سے ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ الحمد للہ میں نے آپ کو دیکھ لیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا کہ چھوڑو اس بات کو، یہ کیا بات ہوئی، میں کون ہوں (کہ تم مجھے دیکھنے پر خوش ہو رہے ہو)۔ یہ ان کی تواضع اور خاکساری تھی۔

رونے میں اخلاص:

۱۴۔ شیخ الاسلام محمد بن اسلم الطوسی رحمہ اللہ کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے اور پانی کا ایک پیالہ رکھ لیتے اور قرآن کی تلاوت کرتے رہتے اور روتے رہتے۔ جب باہر آتے تو پہلے اپنا منہ دھوتے کہ رونے کا اثر اس سے معلوم نہ ہو۔ یعنی اپنا رونا چھپاتے کہ کہیں اخلاص خراب نہ ہو جائے اور ریاء پیدا نہ ہو جائے۔

۱۵۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ صف میں کھڑے ہوتے اور آنسو ان کے گالوں پر بہہ رہے ہوتے۔ لیکن جو شخص ان کے ساتھ کھڑا ہوتا اس کو بھی اس کا علم نہ ہوتا۔

۱۶۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بیس سال تک روتا رہا۔ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ ہوتی مگر اس کو اس کا علم نہ ہوا۔

علم میں اخلاص:

۱۷۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وددت ان الخلق تعلموا هذا على ان لا يُنسب اليّ حرف منه

یعنی میں یہی چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ سے علم سیکھیں اور مجھ سے ایک حرف بھی منسوب نہ ہو۔

آج کل بعضے لوگ دین کا کام کرتے ہیں اور شہرت کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ یہ کام میری طرف منسوب ہو اور لوگ مجھے یاد کریں اور میری تعریفیں کریں۔

۱۸۔ امام ابوالحسن الماوردی رحمہ اللہ جو کہ شوافع کے ایک بڑے عالم تھے۔ ان کی زندگی میں ان کی تصانیف ظاہر نہ ہوئیں۔ انہوں نے اپنی تصانیف اور کتابیں ایک جگہ جمع کی ہوئی تھیں۔ ایک شخص کو کہا کہ فلانی جگہ میں جو کتابیں ہیں وہ سب میری کتابیں ہیں لیکن میں نے وہ ظاہر نہیں کریں۔ کیوں کہ مجھے اپنی نیت میں اخلاص معلوم نہیں ہے۔ جب میری حالت نزع شروع ہو جائے تو اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر

رکھ دینا۔ اگر میں نے تمھارا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو دبایا تو جان لینا کہ میری کتابوں میں سے ایک بھی قبول نہیں ہوئی۔ لہٰذا وہ تمام کتابیں دجلہ کے دریا میں بہادینا، اور اگر میں نے تمھارا ہاتھ نہ پکڑا تو سمجھ جانا کہ میری کتابیں قبول ہو گئی ہیں۔

یہ شخص کہتے ہیں کہ جب امام ماوردی کی حالتِ نزع شروع ہوئی تو میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھا تو انہوں نے میرا ہاتھ نہیں پکڑا۔ میں سمجھ گیا کہ ان کی کتابیں قبول ہو گئی ہیں تو میں نے ان کی کتابیں ظاہر کر دیں اور پھر شائع کر دیں۔

ان عالم کو اپنی نیت اور اخلاص پر اتنی نظر تھی کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی کتابیں شائع نہ کریں کہ کہیں میری نیت میں فرق نہ آجائے۔

جہاد میں اخلاص اور ریاء کاری سے پرہیز:

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ ایک دفعہ رومیوں کے خلاف جہاد میں تھے۔ جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے ہوئیں تو رومیوں میں سے ایک شخص نکل کر آیا اور مُبارزہ (اپنے مقابلے کا مطالبہ کرنے) لگا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کے مقابلے کے لیے نکل آیا۔ کافر نے اس مسلمان پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا حتی کہ اسی طرح چھ مسلمان اس نے شہید کر دیے۔ پھر یہ کافر بڑے تکبر کے ساتھ دونوں صفوں کے درمیان پھرا اور مُبارزہ کرنے لگا مگر مسلمانوں میں سے کسی کو بھی اس کے مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اس کافر کو مردار کیا۔ پھر اس کے بعد ایک اور رومی مقابلے کے لیے نکلا حتی کہ اسی طرح انہوں نے چھ رومیوں کو مردار کیا۔ پھر انہوں نے مُبارزہ کیا تو کوئی بھی ان کے مقابلے کے لیے نہیں نکلا۔

پھر عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ ایک طرف ہو گئے۔ آپ نے نقاب لگایا ہوا تھا اس لیے کسی نے آپ کو نہ پہچانا۔ مجھ سے انہوں نے کہا کہ میری زندگی میں اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ یعنی میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔ چناں چہ ابنِ مبارک رحمہ اللہ نے اپنی اتنی بڑی قربانی چھپا کر رکھی کہ کہیں اس میں ریاء کاری نہ آجائے۔[2]

مسلمانوں کی حاجتیں پورا کرنے میں اخلاص:

۲۰۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات اندھیرے میں عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے باہر آئے اور ایک گھر میں داخل ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو میں اس گھر میں چلا گیا۔ اس گھر میں ایک اپاہج نابینا بوڑھی تھی۔ میں نے اس بوڑھی سے پوچھا کہ یہ شخص تمھارے گھر کیوں آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بہت وقت سے یہ شخص میرے گھر آتا ہے، میرے گھر کی صفائی اور میری خدمت کرتا ہے۔

یعنی عمر رضی اللہ عنہ اس بوڑھی کی خدمت رات میں اس لیے کرتے تھے کہ کہیں اس میں ریاء نہ آجائے۔

شہرت سے پرہیز:

---

[2]۔ اس واقعے کو بہت سے علماء نے نقل کیا ہے جن کے الفاظوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ ہم نے یہ واقعہ مشارع الاشواق سے نقل کیا ہے۔ (ج: 2 ص: 645)

سَلَف و صالحین کو گمنامی پسند تھی اور وہ شہرت سے پرہیز کرتے تھے۔ کیوں کہ کبھی شہرت کی وجہ سے بھی انسان کا اخلاص خراب ہو جاتا اور ریاء کاری پیدا ہو جاتی ہے۔

احادیث میں بھی گمنامی کی تعریف اور شہرت کی برائی بیان کی گئی ہے، جیساکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

بحسب امرء من الشر ان یشار الیه بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصمه الله۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ ص۴۵۵ باب الریاء والسمعة)

انسان کے شر کے لیے یہ بات پوری ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے انگلیوں سے اس کے دین یا دنیا کی وجہ سے مگر وہ شخص جسے اللہ تعالی بچائیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ شہرت ایک بڑا شر اور فتنہ ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ یقینا اللہ تعالی محبت کرتے ہیں ان نیک پرہیزگار لوگوں سے جو گمنام ہوں۔ وہ لوگ جب غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر حاضر ہوں تو کوئی ان کو پوچھتا نہیں اور نہ انہیں اپنے پاس بٹھاتا ہے۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ یہ لوگ ہر مشکل سے نکل جائیں گے۔ یعنی ہر مشکل اور مصیبت سے نجات پائیں گے۔ (ابن ماجہ والبیہقی و مشکوۃ ص:۴۵۵)

ابراھیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص میں صداقت اور اخلاص نہیں کہ جس کو شہرت پسند ہو۔

علاء بن زیاد رحمہ اللہ وہ شخص ہیں کہ حسن بصری رحمہ اللہ ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو، شیطان کو تیرے اور میرے علاوہ کوئی نہ ملا کہ اس کے ساتھ مسخرے کرلیتا۔

آج کل اگر کسی کو ایسا خواب بیان کیا جائے تو اس میں پوری طمع پیدا ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھنے لگے۔

ابراھیم نخعی رحمہ اللہ جو کہ ایک بڑے امام اور فقیہ تھے، شہرت سے اتنا بچتے تھے کہ مسجد میں ستون کے پاس نہیں بیٹھ تے تھے۔

کہتے تھے کہ میں باتیں کرتا ہوں (یعنی وعظ وتدریس)، اگر ضرورت نہ ہوتی تو میں باتیں بھی نہ کرتا۔ (ان میں اتنی عاجزی تھی کہ خود کو باتوں کا اہل بھی نہ سمجھتے تھے۔)

اور کہتے تھے کہ وہ زمانہ کہ جس میں لوگ مجھے کوفے کا فقیہ کہیں بہت ہی برا زمانہ ہوگا۔ (یعنی خود کو اس قابل نہ سمجھتے تھے کہ لوگ انہیں فقیہ اور عالم کہیں۔)

عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا:

ایاك والشهرة (یعنی شہرت سے خود کو بچاؤ) کیوں کہ میں جہاں بھی گیا مجھے شہرت سے منع کیا گیا۔

ایک دفعہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے درس میں بہت زیادہ شاگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اِس امت کو برباد کردیا، کہ مجھ جیسے بے کار شخص کے محتاج ہو گئے اور میرے سامنے احادیث کے لیے بیٹھیں ہیں۔

اور کہتے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ موجود ہوتے اور مجھ جیسے لوگوں کو حدیث کی مجلس میں دیکھ لیتے تو اٹھا دیتے اور کہتے کہ تم اس قابل نہیں ہو۔
فرماتے تھے کہ جب کسی عالم کا حلقۂ درس بڑا ہو جاتا ہے تو اس میں تکبر اور عجب پیدا ہو جاتا ہے۔
جب کبھی حدیث کے درس کے لیے بیٹھے ہوتے اور بادل گزر جاتا تو خاموش ہو جاتے اور کہتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بادل سے ہم پر پتھروں کی بارش ہو جائے۔
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ کے بارے میں فلاں شخص نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے تو کہتے کہ میں اپنے آپ کو خواب والے سے بہتر جانتا ہوں۔
بادشاہوں اور حکمرانوں سے اپنے آپ کو بہت بچاتے کہ کہیں اخلاص خراب نہ ہو جائے۔ کہتے تھے کہ جب کسی کے بارے میں میرے دل میں بغض ہوتا ہے اور میں اس سے ملتا ہوں اور وہ مجھ سے کہتا ہے کہ کیا حال ہیں تو میرا دل اس کے لیے نرم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب میں کسی حاکم کی روٹی کھاؤں اور اس کے بستر اور قالین پر پھروں تو میرا دل اس کے لیے کیوں نہ نرم ہو۔
حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ میں ان کے نزدیک اور ان کے مقابلے میں ایک چور اور ڈاکو ہوں۔ یہ ان کی تواضع تھی کہ ہر وقت اپنے آپ کو بے کار اور گناہ گار سمجھتے تھے۔
ایک دفعہ طاؤس رحمہ اللہ حرم شریف میں لوگوں کے ایک بڑے مجمع کو درس دے رہے تھے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے ان کو کان میں کہا کہ اگر تمھارے دل میں بڑائی پیدا ہو رہی ہو تو مجلس سے اٹھ جاؤ، تو طاؤس رحمہ اللہ مجلس سے فوراً اٹھ گئے۔
کبھی درس کے بڑے بڑے حلقوں سے بھی انسان کے دل میں بڑائی پیدا ہوتی ہے کہ میں بھی اتنا بڑا آدمی ہوں کہ میرے درس میں اتنے اتنے لوگ بیٹھتے ہیں۔
ایک دفعہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے سفیان بن عُیَینہ رحمہ اللہ سے کہا کہ اگر تمھارا یہ گمان ہے کہ دنیا میں میرے اور تمھارے علاوہ کوئی اور زیادہ بے کار ہے تو تمھارا یہ گمان غلط ہے۔
یہ ان کا اخلاص اور عاجزی تھی کہ اپنے آپ کو ہر کسی سے زیادہ بے کار سمجھتے تھے۔
شیخ الاسلام محمد بن اسلم الطوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میری اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے، جو لوگ قبلے کی طرف رخ کرکے عبادت کرتے ہیں ان میں مجھ سے زیادہ نالائق دوسرا کوئی نہیں۔
سِری سقطی رحمہ اللہ کہتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ ایسی جگہ مروں کہ جہاں لوگ مجھے جانتے ہوں، کیوں کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ کہیں قبر مجھے قبول نہ کرے۔
یونس بن عبد اللہ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ مجھے نیکی کی سو ایسی باتیں معلوم ہیں کہ ان میں سے مجھ میں ایک بھی نہیں ہے۔
فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ کسی ریاء کار کو دیکھے تو وہ مجھے دیکھ لے۔
انتہائی اخلاص کی وجہ سے انہیں اپنا آپ ریاء کار دکھائی دیتا تھا۔

محمد بن واسع رحمہ اللہ کہتے تھے کہ اگر گناہوں کی بو ہوتی تو زیادہ بدبو کی وجہ سے کوئی میرے نزدیک نہ آپاتا۔

شعیب بن حرب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے تو مجھ سے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر آسمان والے ہماری سفارش کریں تو ہم اس قابل ہیں کہ ہماری سفارش قبول نہ ہو۔

یہ ان کی خاکساری کا نتیجہ تھا۔

مسائل:

پہلا مسئلہ: مخلوط نیت کا حکم

یعنی اگر کسی عمل میں دنیا اور آخرت کی نیتیں جمع ہو جائیں تو کیا اس سے عمل ضائع ہو جائے گا یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے تین قسم کے اقوال ہیں۔

۱۔ شیخ عزالدین عبد السلام کہتے ہیں کہ اگر ایک عمل میں دنیا اور آخرت دونوں کی نیتیں جمع ہو جائیں تو اس سے عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

۲۔ امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں اعتبار غلبے کا ہے۔ اگر دنیا کی نیت غالب اور زیادہ ہو تو عمل ضائع ہو جائے گا، اور اگر آخرت کی نیت غالب اور زیادہ ہو گی تو عمل ضائع نہیں ہو گا۔

۳۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے عمل ضائع نہیں ہوتا بلکہ ثواب میں کمی آجاتی ہے۔

یہی بہترین قول اور مذہب ہے۔ یہ تفصیل الکوثر الجاری ص: ۱۳ میں شیخ الحدیث باچا صاحب نے کی ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد القاری ص: ۸۷ میں کہتے ہیں کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ہر عمل کی ابتداء میں اخلاص اور صحیح نیت کی ضرورت ہے، اگر بعد میں نیت میں کوئی فرق آجائے تو عمل خراب نہیں ہو گا۔

چار صورتیں:

فتح المجید ص: ۳۶۹ میں ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس عمل میں صحیح نیت نہ ہو اور جو عمل اللہ تعالی کے لیے نہ ہو تو اس کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ پہلی قسم یہ ہے کہ وہ شخص خالص ریاء کار ہو، جیسا کہ منافقین کے بارے میں آتا ہے:

یرآءون الناس (النساء:۱۴۲)

چناں چہ ریاء کی وجہ سے یہ عمل ضائع ہے اور اس قسم کا ریاء کار عذاب کے لائق ہے۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل تو اللہ عزوجل کے لیے ہو لیکن شروع سے ہی اس میں ریاء کاری بھی شریک ہو، یہ عمل بھی ضائع ہے۔

۳۔ تیسری قسم یہ ہے کہ شروع سے تو عمل اللہ تعالی کے لیے ہو مگر بعد میں اس میں ریاء کاری آجائے۔ پھر انسان اس ریاء کاری کی نیت کو ختم کر دے تو اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ عمل ضائع نہیں ہو گا۔

۴۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ شروع سے عمل خالص اللہ تعالی کے لیے ہو لیکن بعد میں اس میں ریاء کاری آجائے اور پھر انسان اس ریاء کاری کی نیت کو ختم نہ کرے بلکہ یہ ریاء کاری کی نیت جاری رہے تو اس پر سَلَف کا اختلاف ہے جس کو امام احمد بن حنبل اور ابن جریر رحمھما اللہ نے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ عمل ضائع نہیں ہوگا بلکہ اس کی شروع کی نیت کا اعتبار ہے اور اس کو شروع کی نیت کی بنیاد پر ثواب دیا جائے گا۔ یہی حسن بصری رحمہ اللہ اور دیگر سَلَف کی رائے ہے۔

چناں چہ اس مسئلے کی چار صورتیں ہو گئیں، پہلی دو صورتوں میں عمل کا ثواب ضائع ہو جائے گا اور اگلی دو صورتوں میں عمل کا ثواب ضائع نہ ہو گا۔

مسئلہ:

بعض اوقات عبادت ظاہر کرنا مفید ہوتا ہے، جیسا کہ ترغیب کے لیے، تاکہ لوگ اِس طرح عبادت کریں۔ لیکن ایسے وقت میں بھی نیت کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دل میں ریاء تو نہ ہو مگر شہرت کا خیال آجائے۔

اسی طرح ریاء کے ڈر سے نماز، روزہ، جہاد اور خیرات وغیرہ کو چھوڑ دینا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر بالکل اخلاص نہ ہو تو چھوڑ دینا چاہیے۔

(تبلیغِ دین ص:۱۵۵)

ریاکاری کی صورتیں:

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریاء کاری کی بہت سی صورتیں ہیں:

۱۔ بدن سے ریاء کاری:

جیسا کہ کوئی شخص بدن میں سستی اور کمزوری ظاہر کرے کہ لوگ کہیں کہ یہ روزہ دار ہے، یا پھر آنکھوں میں نیند کے آثار ظاہر کرے کہ لوگ کہیں کہ رات بھر نمازیں پڑھتا رہا ہے، یا غمزدہ چہرہ بنا کر رکھے کہ لوگ کہیں کہ اس کو آخرت کی بہت فکر ہے، یا اپنے بال بکھیر کر رکھے کہ لوگ کہیں کہ یہ دین میں اتنا مشغول ہے کہ بال بنانے کا وقت بھی اس کے پاس نہیں ہے، یا باتیں اس لیے آرام آرام سے کرے کہ لوگ کہیں کہ اتنی عبادت و ریاضت کرتا ہے کہ آواز بھی بیٹھ گئی ہے۔

۲۔ شکل و صورت سے ریاء کاری:

یعنی چلنے میں کمزوری ظاہر کرنا یا سر نیچے کرکے چلنا یا پیشانی پر سجدے کا نشان (گرد وغیرہ کا) چھوڑ دینا۔

۳۔ کپڑوں میں ریاء کاری:

جیسا کہ پرانے اور گندے کپڑے پہننا تاکہ لوگ کہیں کہ بڑا بزرگ اور صوفی ہے۔

۴۔ باتوں اور زبان سے ریاء کاری:

جیسا کہ بعض دنیا دار علماء جب بیان کرتے ہیں تو قافیہ دار الفاظ بناتے ہیں، یا علماء سے ملاقاتوں کا ظاہر کرنا (ریاء کے طور پر) کہ ہم فلانے عالم یا پیر یا بزرگ سے ملے ہیں۔ یا کسی حدیث کے بارے میں فوری حکم لگا دینا کہ صحیح ہے یا ضعیف، اس غرض سے کہ لوگ کہیں کہ فلاں تو بڑا

محقق اور عالم ہے یا بہت ہی زبردست بیان کرتا ہے، یا خلافِ شرع کاموں پر بہت افسوس اور نفرت ظاہر کرنا، اس غرض سے کہ لوگ کہیں کہ فلاں تو بہت نیک اور متبع شریعت ہے۔

۵۔ عمل میں ریاء کاری:

جیسا کہ لوگوں کے سامنے لمبے لمبے رکوع و سجود اور قیام کرنا، یا اپنا سر نیچے رکھنا اس غرض سے کہ لوگ کہیں کہ فلاں تو بہت عابد اور نیک ہے۔

۶۔ اساتذہ، شاگردوں اور ملاقاتیوں کے ذریعے ریاء کاری:

اس طور پر کہ لوگ کہیں کہ ان کے تو بہت شاگرد ہیں، یا ان کی تو بڑے بڑے علماؤ سے ملاقاتیں ہیں، یا ان کے بہت مہمان ہوتے ہیں اور بڑے بڑے لوگ ان کی ملاقات کے لیے آتے ہیں۔ (تبلیغ الدین للامام الغزالی ص:۱۴۰)

ریاء کار دھوکہ باز ہوتا ہے:

ریاء کار لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے اور دھوکے سے لوگوں کو اپنا معتقد بنانا چاہتا ہے کہ لوگ مجھ پر اعتماد کریں، مجھے دیندار جانیں اور میرے پاس امانتیں رکھوائیں، مجھے وقف کی چیزوں کا متولی بنادیں، مجھے یتیموں کے اموال حوالے کردیں، مجھے چندے دیں اور عورتیں میرے پاس آئیں۔ (حاصل تبلیغ الدین للامام الغزالی)

ریاء ختم کرنے کا علاج:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اگر یہ دعاء تین دفعہ پڑھے تو اس میں شرکِ اصغر (ریاء) اور شرکِ اکبر دونوں ختم ہو جائیں گے، وہ دعاء یہ ہے:

اللّٰھم انی اعوذبك ان اشرك بك وانا اعلمُ واستغفرك لما لآ اعلمُ (قرطبی ج:۱۱ ص:۷۲)

بحث کا خلاصہ اور ایک مطالبہ

ہمیں چاہیے کہ ہم اور آپ ہر عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے کریں اور اپنے عمل میں بار بار اپنی نیتوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ کیوں کہ انسان کے دل کی نیت اور ارادہ بہت جلدی بدلتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مثل القلب کریشة بارض فلاة یقلبها الریاح ظهرًا لبطن (مشکوٰۃ ۲۲)

دل کی مثال اس پر کی مانند ہے جو کہ خالی زمین پر پڑا ہو اور اسے ہوئیں اوپر سے نیچے اڑاتی پھرتی ہوں۔

قلوب بنی اٰدم کلها بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفه کیف یشأ (مشکوٰۃ ۲۰)

یعنی انسانوں کے تمام دل، چاہے وہ انبیاء کے ہوں یا اولیاء کے یا کافر اور فاسقوں کے، رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی مانند ہیں، وہ ان میں جیسے چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

نبی ﷺ یہ دعاء فرماتے تھے:

اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتك (مسلم)

اے اللہ آپ دلوں کو پھیرنے والے ہیں، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دیں۔

جب انسان بار بار مراقبہ کرتا ہے تو اس میں سے ریاء کاری اور شہرت کی خواہش ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اور آپ عمل کی قبولیت کا سوچیں۔ کیوں کہ عمل کرنا آسان ہے لیکن عمل کی قبولیت بہت مشکل ہے، جیسا کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام جب بیت اللہ شریف کی تعمیر کر رہے تھے تو ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی کر رہے تھے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (البقرۃ:۱۲۷)

اے ہمارے رب ہمارا یہ عمل قبول فرمائیں۔ بے شک آپ سب کچھ سننے والے اور سب کچھ جاننے والے ہیں۔

ان کو اس بات کا ڈر تھا کہ شاید ہمارا عمل قبول نہ ہو۔ اسی لیے انسان کو اپنے عمل پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

اسی طرح عمل کرنا آسان ہے لیکن اس پر استقامت اور موت تک کرنا بہت مشکل ہے۔ ہر عمل کا اعتبار خاتمے پر ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

انما الاعمال بالخواتيم (مشکوۃ)

یعنی عمل کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔

انبیاء کو بھی اپنے خاتمے کی فکر تھی، جیسا کہ یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف:۱۰۱)

مجھے مسلمان وفات کریں یعنی میرا خاتمہ اسلام پر کریں اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ جمع فرمائیں۔

اسی طرح نیکی کرنا کمال نہیں ہے، بلکہ نیکی قیامت میں اللہ کے سامنے لے کر جانا کمال ہے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

من جاء بالحسنة (الانعام:۱۲۰)

جو نیکی لے کر آیا

یہ نہیں فرمایا کہ جس نے نیکی کی بلکہ فرمایا کہ جو اللہ تعالی کے سامنے نیکی لے کر آیا۔

<u>شرط من جاء الحسن نے کردن ست</u>   <u>بل حسن راسوئے حضرت بردن ست</u>

اسی طرح عمل میں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ لوگ میری تعریف کریں یا میری برائی نہ کریں، یا لوگ میرا ادب اور احترام کریں، یا لوگ میری خدمتیں کریں، یا مجھ سے محبت کریں، یا لوگ میری ضرورتیں پورا کریں، یا کسی کام میں میری سفارش کریں، یا میری شہرت ہو جائے، یا میرا نام ہو جائے، یا اخبار اور ویڈیو میں میرا بیان اور تصویریں شائع ہو جائیں، یا لوگ مجھے سلام کے لیے حاضر ہوں اور مجھ سے مصافحہ کریں، کیوں کہ ایسی نیتوں سے عمل برباد ہو جاتا ہے۔

مخلوق کو راضی کرنے کا نہیں سوچنا چاہیے:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رضى الناس غاية لا تدرك (شرح العقيدة الطحاوية)

یعنی لوگوں کو راضی کرنا ایک ایسا مقصد ہے جو حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ لوگوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ کو راضی کرو تو مخلوق کے دل خالق کے ہاتھ میں ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

عن ابي سعيد مرفوعًا ان من ضعف اليقين ان ترضى الناس بسخط الله وان تحمد هم على رزق الله وان تذمهم على مالم يؤتك الله ان رزق الله لا يجُرّه حرص حريص ولا يرده كراهية

اس حدیث کے آخر میں یہ بھی آتا ہے:

وان الله بحكمته جعل الروح والفرح في الرضى واليقين وجعل الهم والحزن في الشك والسخط (رواه ابو نعيم في الحلية والبيهقى)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقین کی کمزوری میں سے یہ بھی ہے کہ تم لوگوں کو راضی کرو اللہ کو ناراض کر کے۔ (یعنی مخلوق کی رضا کو اللہ کی رضا پر ترجیح دو)

اور یہ کہ تم لوگوں کی تعریفیں کرو اللہ کے رزق پر (یعنی کوئی تمہیں کوئی چیز دے تو تم اس کی تعریفیں کرو اور اس کی نسبت ان کی طرف کرو، حالاں کہ یہ رزق حقیقت میں اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔)

اور یہ کہ لوگوں کی برائیاں کرو اُس پر جو اللہ تعالی نے نہیں دیا۔ (یعنی یہ بھی یقین کی کمزوری میں سے ہے، کیوں کہ اسے اللہ تعالی نے مقرر نہیں کیا اسی لیے مخلوق نے تمہیں نہیں دیا۔ اگر اللہ تعالی نے مقرر کیا ہوتا تو تمہیں ضرور پہنچ جاتا کیوں کہ دینا اور منع کرنا صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے۔)

یقینا اللہ تعالی کے رزق کو کسی حریص کا حرص نہیں کھینچ سکتا اور نہ کسی برا ماننے والے کا برا ماننا اس کو واپس کر سکتا ہے۔ یقینا اللہ تعالی نے اپنی حکمت سے خوشی رضا اور یقین میں رکھی ہے اور غم اور پریشانی شک اور غصے میں رکھی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جس میں مذکورہ تین صفات ہوں تو اس کا ایمان اور یقین کمزور ہے۔[3]

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا کہ مجھے ایک خط لکھیں اور اس میں میرے لیے مختصر نصیحت لکھیں۔ جواب میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خط لکھا:

---

3. (مرتبۃ الحدیث: یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے لیکن معنی کے لحاظ سے صحیح ہے، کما فی فتح المجید ص: 347)

سلام الله عليك اما بعد! فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول من التمس رضى الله بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس ومن التمس رضى الناس بسخط الله وكله الله الى الناس : والسلا عليك (رواه الترمذی ، وابن حبان وابونعیم فی الحلیة)

سلام کے بعد عرض ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کی رضا ڈھونڈے اور لوگ اس سے ناراض ہوں تو اللہ تعالی اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں لوگوں کی مشقتوں سے۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالی اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتے ہیں) اور جو شخص لوگوں کی رضا ڈھونڈے اور اللہ تعالی اس سے ناراض ہوں تو اللہ تعالی اس کو لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ (ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالی اس سے ناراض ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتے ہیں۔ ایک تیسری روایت میں ہے کہ اس کی تعریف کرنے والا اس کی برائی کرنے والا ہو جاتا ہے۔) اور پھر آخر میں ان کو سلام لکھا کہ والسلام علیک۔

(فتح المجید ص:۳۵۰)